عرفہ کا روزہ

احادیث، آثارِ سلف اور اقوالِ علماء کی روشنی میں

(حافظ محمد طاہر)

دو سال کا کفارہ:

سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے یومِ عرفہ کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ»

''یہ ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ (کے گناہوں) کا کفارہ بن جاتا ہے۔''[1]

مسلسل دو سال کے گناہوں کا کفارہ:

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ غُفِرَ لَهُ ذَنْبُ سَنَتَيْنِ مُتَتابِعَتَيْنِ».

''جس نے عرفہ کے دن کا روزہ رکھا اس کے مسلسل دو سالوں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''[2]

1) صحیح مسلم:1162)

2[مصنف ابن ابی شیبہ:2/371، المعجم الکبیر للطبرانی:6/179 واللفظ لہ وسندہ حسن، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح الترغیب والترہیب:1012)]

وضاحت: مسلسل دو سال سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ ایک وہی سال جس میں روزہ رکھا جا رہا ہے چونکہ یہ سال کا آخری مہینہ ہوتا اور اگلے سال سے مراد آئندہ شروع ہونے والا سال ہے۔اس کی تائید ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے، جیسا کہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

«يُكَفِّرُ السَّنَةَ الَّتِي أَنْتَ فِيهَا وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهَا»

''یہ ایک اُس سال کے کفارہ ہے جس میں آپ ہوتے ہیں اور ایک اس کے بعد والے سال کا کفار ہے۔''[1]

دوسال کے روزوں کے برابر ثواب:

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

«كُنَّا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَعْدِلُهُ بِصَوْمِ سَنَتَيْنِ»

''ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسے دو سال کے روزوں کے برابر سمجھتے تھے۔''[2]

ایک روایت میں ہے کہ

«كُنَّا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَعْدِلُهُ بِصَوْمِ سَنَةٍ»

1(المعجم الکبیر للطبرانی:5/202وسندہ ضعیف۔)

2[المعجم الاوسط للطبرانی:1/229وفی سندہ ضعیف۔اس حدیث کو امام منذری، ہیثمی اور شیخ البانی رحمہم اللہ نے حسن قرار دیا ہے۔(الترغیب والترہیب:2/69، مجمع الزوائد:3/190، السلسلہ الضعیفہ:11/312)]

”ہم اسے رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک سال کے برابر قرار دیتے تھے۔“[1]

اس کا ایک سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی شاہد بھی ہے۔[2]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«صَوْمُ عَرَفَةَ بِصَوْمِ سَنَتَيْنِ، وَصَوْمُ عَاشُورَاءَ بِصَوْمِ سَنَةٍ».

”عرفہ کا روزہ دو سال کے روزوں کے برابر ہے اور عاشوراء کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔“[3]

عرفہ کا روزہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں معروف تھا:

سیدہ ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ، فَشَرِبَهُ.

”ان کے پاس (حج کے دوران) کچھ لوگ عرفہ کے دن جھگڑ رہے تھے۔ بعض نے کہا کہ آپ ﷺ روزے سے ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ کا روزہ نہیں ہے، اس پر ام فضل رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا (تاکہ حقیقت واضح ہو جائے) آپ اس وقت اونٹ پر سوار تھے، آپ نے وہ دودھ نوش فرمالیا۔“[4]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے:

---

1 (السنن الکبری للنسائی: 3/228، امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے منکر قرار دیا ہے۔)

2 (فوائد تمام: 1584، معجم الشیوخ لابن جمع، ص: 238 وسندہ ضعیف۔)

3 (مسند احمد: 5/307، وسندہ ضعیف۔ مسند احمد کے محققین نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔)

4 (صحیح بخاری: 1988، صحیح مسلم: 1123)

”عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا بیان۔“[1]

یہ حدیث دلیل ہے کہ عام دنوں میں رسول اللہ ﷺ کا عرفہ کے دن روزہ رکھنا صحابہ کرام کے ہاں معروف تھا اسی لیے انہیں شک ہوا کہ آپ نے دورانِ سفر حج میں بھی روزہ رکھا ہوگا۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں عرفہ کا روزہ معروف تھا اور حالتِ اقامت میں یہ روزہ رکھنا ان کی عادت تھی، اسی لیے جو صحابہ کہہ رہے تھے کہ آپ ﷺ کا روزہ ہے وہ اس لیے کہہ رہے تھے کہ انہوں نے آپ کو ہمیشہ یہ روزہ رکھتے دیکھا تھا اور جو کہہ رہے تھے کہ آپ کا روزہ نہیں، ان کا خیال تھا کہ حالتِ سفر میں تو آپ ﷺ نے فرض روزہ رکھنے سے بھی منع کیا ہے، یہ تو پھر نفلی روزہ ہے لہذا آپ کا روزہ نہیں ہوگا۔“[2]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اہتمام:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«مَا مِنَ السَّنَةِ يَوْمٌ أَصُومُهُ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَصُومَ يَوْمَ عَرَفَةَ»

”مجھے پورے سال کے دنوں میں سے کسی دن روزہ رکھنا اس قدر پسند نہیں جس قدر عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا پسند ہے۔“[3]

1(صحیح بخاری، قبل الحدیث:1658)

2(فتح الباری:4/237ملخصا)

3(مسند ابن الجعد:512، مصنف ابن ابی شیبہ:2/341وسندہ صحیح)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ عرفہ کے دن میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا میرے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی تھا، انہوں نے ہمارے لیے مشروب منگوایا پھر فرمایا: ''اگر میرا روزہ نہ ہوتا تو میں بھی آپ کے ساتھ اس کا ذائقہ چکھ لیتی''۔ [1]

ایک دوسری روایت میں وضاحت ہے کہ وہ مشروب ''ستو'' تھا۔ [2]

امام محمد الباقر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص عرفہ کے دن سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، تو ان میں سے ایک کا روزہ تھا اور دوسرے کا نہیں تھا۔ وہ کہنے لگا: میں آپ سے یہی مسئلہ پوچھنے آیا تھا لیکن آپ کا تو اپنا اس میں اختلاف ہے۔ تو سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: ''ہمارا کوئی اختلاف نہیں، جو اس دن کا روزہ رکھے تو اس نے بہت اچھا کیا اور جو نہ رکھے تو بھی کوئی حرج نہیں۔'' [3]

حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے عرفہ کے دن روزے سے تھے اور (شدتِ گرمی کی وجہ سے) اپنے پاس موجود برتن سے پانی اپنے اوپر پانی انڈیل کر ٹھنڈک حاصل کر رہے تھے۔ [4]

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

1(مصنف ابن ابی شیبہ:2/305 ورجالہ ثقات)

2(مصنف عبد الرزاق:4/455 ورجالہ ثقات)

3(مصنف عبد الرزاق:5/29 ورجالہ ثقات)

4(مصنف ابن ابی شیبہ:6/111، اخبار مکہ للفاکہی:5/28 وسندہ صحیح)

''صحابہ وتابعین کی ایک جماعت نے اس دن کو روزہ رکھنے کا موقف اپنایا ہے یہاں تک کہ ایک جماعت نے میدانِ عرفات میں بھی یہ روزہ رکھا ہے۔''[1]

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عرفہ کے دن کا روزہ رکھتے تھے،اور سیدنا عمر اور عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔''[2]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ (یعنی سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ والی) حدیث عرفہ کے روزے کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہے۔۔۔۔یہی موقف سیدنا عمر،عائشہ،ابن زبیر،اسامہ بن زید،عثمان بن ابی العاص اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا ہے،امام حسن بصری رحمہ اللہ کو بھی یہ روزہ بہت پسند تھا اور وہ اسے سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے۔''[3]

عرفہ کے روزے کی قضا:

اس دن کے روزے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اگر کسی کو مجبوری کی وجہ سے یہ روزہ دن کو ہی چھوڑنا پڑ جائے تو وہ اس کی قضا دے گا،جیسا کہ انس بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرفہ کا روزہ رکھا،لیکن پھر شدید پیاس لگ جانے کی وجہ سے افطار کر لیا تو

1(تہذیب الآثار،مسند عمر:1/365)

2(التمہید:21/158)

3(نیل الاوطار:4/284)

انہوں نے کئی ایک صحابہ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے انہیں اس کے بدلے کسی دوسرے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔[1]

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ سوال سیدنا عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کیا تھا۔[2]

اسی طرح ایک تیسری روایت کے مطابق ان کا بیان ہے کہ میں نے عرفہ کا روزہ رکھا جو میرے لیے پورا کرنا بہت مشکل ہو گیا تو میں نے افطار کر لیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ”اس کی جگہ کسی دوسرے دن کا روزہ رکھ لیں۔“[3]

تابعین کا اہتمام:

عبدالرحمن بن قاسم اپنے والد قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ عرفہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔[4]

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا آپ عرفہ کا روزہ رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ”سردی میں رکھ لیتا ہوں اور گرمی میں نہیں رکھتا۔“[5]

1(مصنف ابن ابی شیبہ:5/517 وسندہ صحیح)
2(الکنی والاسماء للدولابی:1669 وسندہ ضعیف)
3(شرح معانی الآثار للطحاوی:2/111 وسندہ ضعیف)
4(مصنف ابن ابی شیبہ:2/341 وسندہ صحیح)
5(مصنف عبدالرزاق:5/28 ورجالہ ثقات)

عبداللہ بن طاؤس اپنے والد طاؤس بن کیسان تابعی رحمہ اللہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ اگر میدانِ عرفہ میں سفرِ حج پر ہوتے تو عرفہ کے دن کا روزہ نہ رکھتے لیکن اگر اپنے گھر ہوتے تو روزہ رکھتے۔[1]

ابو حریز بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرمایا: عشرۂ ذوالحجہ میں اپنے چراغ نہ بجھاؤ۔ انہیں ان دنوں کی عبادت بہت پسند تھی اور فرمایا کرتے:

''عرفہ کے دن اپنے خادموں کو بھی بیدار کیا کرو کہ وہ بھی سحری کریں۔''[2]

امام حسن بصری رحمہ اللہ کو عرفہ کا روزہ بہت پسند تھا، وہ اسے رکھنے کا حکم دیتے حتی کہ حاجیوں کو بھی روزہ رکھنے کا کہتے۔[3]

ہشام بن عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد عروہ بن زبیر رحمہ اللہ ہمیشہ عرفہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔[4]

1(مصنف عبد الرزاق:5/28 وسندہ صحیح)

2(تہذیب الآثار للطبرانی، مسند عمر:608، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم:4/281، وسندہ صحیح الی ابی حریز)

3(تہذیب الآثار للطبرانی، مسند عمر:1/366 وسندہ صحیح)

4(تہذیب الآثار للطبرانی، مسند عمر:1/367 وسندہ صحیح)

اقوالِ علماء:

عرفہ کے روزے کے استحباب پر فقہائے مذاہبِ اربعہ کا اتفاق ہے۔[1] اور علمائے ظاہریہ کا بھی یہی موقف ہے۔[2]

اسی لیے امام ابن ہبیرہ رحمہ اللہ نے اس پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''علماء کا اتفاق ہے کہ جو شخص میدانِ عرفات میں نہ ہو اس کے لیے اس دن کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔''[3]

نیز امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی غیر حاجی کے لیے اس کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔[4]

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل علم نے عرفات میں موجود حاجیوں کے علاوہ باقی سب کے لیے عرفہ کے روزے کو مستحب قرار دیا ہے۔''[5]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ: اسحاق بن منصور الکوسج بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے یوم عاشوراء اور یوم عرفہ کے دن کے روزے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''ان کی فضیلت پر سیدنا ابو

1(بدائع الصنائع للکاسانی:2/79، مواہب الجلیل للحطاب:3/312، المجموع للنووی:6/380، المغنی لابن قدامہ:3/177)

2(المحلی:7/17)

3(اختلاف الائمۃ العلماء:1/258)

4(التمہید:21/164)

5(سنن الترمذی، تحت الحدیث:749)

قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی وجہ سے مجھے پسند ہے کہ ان کا روزہ رکھا جائے۔" اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے ان کی تائید کی۔[1]

حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ذوالحجہ کے پہلے نو دن روزہ رکھنا مکروہ نہیں بلکہ یہ نہایت مستحب ہیں، بالخصوص نو ذوالحجہ یعنی عرفہ کا روزہ۔"[2]

حاصلِ کلام:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عرفہ (نوذوالحجہ) کا روزہ نہایت اہمیت کا حامل ہے، احادیثِ نبویہ کے مطابق یہ مسلسل دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ ہے نیز یہ ایک روزہ دو سال کے روزوں کے برابر ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس روزے کو بہت زیادہ پسند کرتے اور اس کا خاص اہتمام کرتے، بلکہ بعض صحابہ کے ہاں اس کی اہمیت اس قدر تھی کہ اگر کوئی یہ روزہ رکھ کر توڑ دے تو اسے قضاء کا حکم دیتے تھے، تابعین کے ہاں بھی اس کی یہی اہمیت واہتمام معروف تھا، تمام فقہی مسالک، اہلِ حدیث، حنابلہ، ظاہریہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا اس کے استحباب پر اتفاق ہے اسی لیے علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت الیہ انیب۔

(حافظ محمد طاہر، 8 ذوالحجہ، 1443ھ؛ 8 جولائی 2022ء)

---

1 (مسائل احمد واسحاق بروایۃ الکوسج، رقم المسئلہ: 718)

2 (شرح مسلم: 8/71)